مولانا مجاہد الحسینی

مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور تقسیمِ ہند کی پرانی بحث!

دنیا میں اُمّت مسلمہ کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے؟ غیر مسلم طاقتیں کرۂ ارض سے مسلمانوں کا وجود مٹا دینے اور اسلامی معاشرت کی ایک ایک نشانی ختم کر دینے پر کمر بستہ ہیں۔ انگولا میں عیسائی حکومت نے مسلمانوں کی عبادت گاہ مساجد کی تالا بندی کر کے اقلیتوں کے مذہبی حقوق پامال کیے ہیں اور بعض مغربی ممالک میں مساجد کے مینار مسمار کر دینے کے اقدامات بھی کیے گئے ہیں تاکہ اسلامی شعائر کی کوئی نشانی نظر نہ آئے۔ جبکہ پاکستان مسلمان اکثریت والا ملک ہے یہاں کہا جاتا ہے کہ اقلیتوں کو مسلمانوں کے برابر حقوق نہیں دیے جا رہے ہیں۔ اس لیے پاکستانی دستور میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی دفعات ختم کر دینی چاہیے۔ ایک برقی میڈیا پر لاہور کے ایک پادری صاحب نے سربراہ مملکت کے ''مسلمان'' ہونے اور پاکستان کے نام سے ''اسلامی'' کا لفظ ختم کر دینے کا مطالبہ کیا۔ اس مذاکرے میں مولانا مودودی صاحب کے ایک فرزند نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حوالے سے قومی اسمبلی کے فیصلے کی بابت کہا کہ ''کیا کسی کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا قومی اسمبلی کا کام ہے؟''

بہر نوع، مقصد یہ کہ دنیا کے ممالک میں غیر مسلم حکومتیں تو اپنے جدید ترین اسلحے اور وسائل کے زور پر متعدد مسلم ممالک پر حملے کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا رہی ہیں اور ڈرون حملوں کے ذریعے ہمارے مسلمان بھائیوں کو خاک و خون میں تڑپایا جا رہا ہے اور یہاں پاکستان کے دانشور اور اہلِ قلم زندہ اور مردہ فتوے کی بحثوں اور تحریک قیامِ پاکستان کے حق اور مخالفت میں اظہارِ خیال کرنے والوں پر اپنے قلم کے تیر چلانے میں ہی شب و روز ایک کر رہے ہیں۔ روزنامہ جنگ لاہور ۱۵/ نومبر ۲۰۱۳ء کے شمارے میں ڈاکٹر صفدر محمود نے ''کون سا فتویٰ زندہ رہتا ہے'' کے زیرِ عنوان شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی ذات گرامی پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ: ''۱۹۴۵ء میں مولانا مدنی نے نہ صرف قائداعظم کو کافرِ اعظم کہا، بلکہ ایک فتوے کے ذریعے مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شمولیت سے بھی منع کیا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنی کتاب خطباتِ عثمانی میں اس کا خاصا ذکر کیا ہے۔'' جبکہ یہ کتاب مولانا شبیر احمد عثمانی کی تصنیف نہیں، بلکہ مولانا عثمانی کی تقریروں اور نظریات پر مشتمل یہ کتاب پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی نے لکھی ہے۔ کسی تقریر میں حضرت مدنی نے قائداعظم کو ''کافرِ اعظم'' کہا یا لکھا ہو تو محترم ڈاکٹر صاحب کو ان کی کسی بھی کتاب یا تحریر کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔

حقائق تو یہ ہیں کہ ۱۹۳۶ء کو قائداعظم جب اپنے ساتھیوں کے طرزِ عمل سے آزردۂ خاطر ہو گئے تھے، تو انہوں نے

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اوران کے رفقاء سے تعاون کی اپیل کی اور مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دی تھی، جس پر حضرت مولانا سید حسین مدنی نے دارالعلوم دیو بند سے بلاتنخواہ رخصت لے کر مسلم لیگ میں شامل ہونے کے لیے کچھ شرائط پیش کی تھیں، جنھیں قائداعظم نے منظور کرلیا تھا۔ اس پر مولانا مدنی نے یو پی کے حلقے میں مسلم لیگ کے لیے تقریریں کیں اور تمیں ارکان اسمبلی کو کامیابی سے ہمکنار کرایا تھا، جس پر چودھری خلیق الزماں (جو قائداعظم کے معتبر ترین ساتھی تھے) نے اپنی کتاب ''شاہراہ پاکستان'' کے صفحہ ۶۰۶ پر لکھا ہے: ''مسٹر جناح نے مئی ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ پارلیمنٹیرین بورڈ کا اعلان کردیا اوران کا ایک جلسہ مینی فیسٹو اور پارلیمنٹیرین بورڈ کے ضوابط تیار کرنے کے لیے ۸؍جون ۱۹۳۶ء کو لاہور میں طلب کیا۔ مسلم لیگ پارلیمنٹیرین بورڈ میں ہم لوگوں کی قطعی اکثریت تھی، یعنی راجا سلیم پور، مولانا شوکت علی، مولانا حسین احمد، راجا محمود آباد، نواب اسماعیل خان اور نوابزادہ لیاقت علی خان۔ ان سات میں نواب زادہ لیاقت علی کے ماسوا سب یونٹی بورڈ کے ممبر تھے، اسی جلسہ میں پارلیمنٹیرین بورڈ کے تمام ممبران جن میں راجا سلیم پوری، مولانا شوکت علی، نواب اسماعیل خان، راجا محمود آباد، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور احرار پارٹی کے نمایندے شریک ہوئے، اس بورڈ نے تین آدمیوں کی ایک کمیٹی بنائی، جس میں نواب اسماعیل خان اور چودھری عبدالمتین شامل تھے کہ وہ پارلیمنٹیرین بورڈ کے ضوابط اوراس کا مینی فیسٹو تیار کرے، کمیٹی کا کام ختم ہونے پر ضوابط اور مینی فیسٹو کی منظوری کے لیے پیش ہوئے تو جمعیت علمائے ہند کے ممبران نے اس بورڈ میں بھی وہ سوال اٹھایا کہ مسلم لیگ کی طرف سے کوئی بل مذہبی نوعیت کا پیش نہ ہو جس کو جمعیت علماء کی حمایت نہ ہو، مگر بورڈ نے اسے قبول نہیں کیا تھا۔'' (شاہراہ پاکستان، ص: ۶۰۶)

علاوہ ازیں چودھری خلیق الزمان نے یہ بھی لکھا ہے کہ: ''مولانا سید حسین احمد مدنی نے مردہ مسلم لیگ کو دوبارہ زندہ کرنے کے سلسلے میں اہم خدمات انجام دی تھیں۔'' باقی رہا پارلیمنٹیرین بورڈ کے روبرو جمعیت علمائے ہند کی شرائط کے اس حصے کا معاملہ کہ ''مذہبی امور کی بابت کوئی بل جمعیت علماء کی حمایت کے بغیر پیش نہ ہو'' کیا یہ بھی نظریۂ پاکستان کے خلاف تھا؟ مذہبی امور کی بابت تو علمائے کرام ہی صحیح رہنمائی کرسکتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یو پی کے جس علاقے میں مولانا سید حسین احمد مدنی نے شب وروز ایک کرکے مسلم لیگ کے تمیں سے زائد ارکان کامیاب کرائے تھے، وہ مسلم اکثریت کا علاقہ تو پاکستان سے خارج رہا اور جس علاقے میں یونینیسٹ جاگیردار کامیاب ہوئے اور مسلم لیگ کو خاطر خواہ کامیابی نہ ملی، وہ علاقے پاکستان میں شامل کرلیے گئے۔ یہی مولانا سید حسین احمد مدنی کا اختلاف تھا، پاکستان کے وجود کا نہیں بلکہ تقسیمِ ہند کے فارمولے کا اور قیامِ پاکستان کے بعد تو حضرت مدنی نے پاکستان کو ایک مسجد کا درجہ قرار دیا تھا کہ مسجد بنانے سے پہلے اختلاف ہوسکتا ہے کہ یہاں بنائی جائے یا وہاں، مگر بن جانے کے بعد اس کی حفاظت مسجد کی مانند ہے۔

ڈاکٹر صفدر محمود صاحب کو بحث و نزاع میں پڑنے کی بجائے اس دور کی تاریخی و سیاسی کتب کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے اور تقسیمِ ہند کی اس سازش پر بھی اظہار خیال کرنا چاہیے کہ ضلع گورداس پور (پنجاب) کو پاکستان کے علاقے میں ایک بار شامل کرنے کے بعد اسے کس بنیاد پر بھارت میں شامل کیا گیا تھا؟ اور اس میں سر ظفر اللہ خان کا کردار کیا تھا؟ ڈاکٹر صفدر صاحب کو ''مارشل لا سے مارشل لا تک'' نامی کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے، جو ایک سرکاری افسر کی تصنیف ہے۔ جہاں تک مظہر علی اظہر کے فتوے کا تعلق ہے کہ انہوں نے قائد اعظم کو کافرِ اعظم قرار دینے کا فتویٰ دیا تھا، یہ الزام بھی حقیقت کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو فتویٰ نویسی اور شعر گوئی میں فرق رکھنا چاہیے، کیونکہ مظہر علی اظہر کوئی مولوی یا مفتی نہیں بلکہ ایک قانون دان (ایڈووکیٹ) تھے اور اثناء عشری مسلک رکھنے کے ساتھ مجلس احرار میں شامل تھے۔ انہوں نے الیکشن کے موقع پر اپنی تقریر کے دوران محترمہ رتن بائی (پارسی) عورت کے ساتھ شادی پر قائد اعظم کو سوالیہ انداز میں کافر اعظم کے لفظ پر مشتمل شعر کہا تھا، جبکہ قائد اعظم بھی ان دنوں اثنا عشری عقیدہ رکھتے تھے اور مظہر علی اظہر بھی۔ دونوں وکیل تھے۔ آخری عمر میں دونوں نے اپنے عقائد تبدیل کر لیے تھے۔ قائد اعظم نے علامہ شبیر احمد عثمانی کو اپنا جنازہ پڑھانے کی وصیت کی تھی اور مظہر علی اظہر کا جنازہ مولانا عبید اللہ انور نے پڑھایا جب کہ انھوں نے لکھنؤ میں تحریک مدح صحابہ کی قیادت مجلس احرار کے نمایندے کی حیثیت سے کی تھی۔ آج ان شخصیات پر تنقید کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے اس مضمون میں تحریکِ ہجرت اور ترکِ موالات کو بھی زیر بحث لایا گیا، حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تحریکِ ہجرت میں تو میاں عبدالہادی سابق صدر پنجاب مسلم لیگ بھی شامل تھے اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ان کی تحریک آزادی میں خدمات کا زبردست اعتراف کیا تھا۔ اگر ہجرت اور ترکِ موالات وغیرہ تحریکیں نہ ہوتیں تو انگریز حکمران کبھی ہندوستان چھوڑ کر نہ جاتے۔ اس سلسلے میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مولانا سید حسین احمد مدنی کی گفتگو ملاحظہ کیجیے، جو خطبات عثمانی نامی کتاب کے صفحہ ۱۰۵ پر درج ہے۔ پاکستان کے قیام پر مولانا مدنی کا اشکال اور اس کا شافی جواب کے زیر عنوان لکھا ہے۔ مولانا حسین احمد نے فرمایا: ''اگر پاکستان قائم ہو گیا تو ہندوستان کا دفاع کیسے ہوگا؟ روس نے اگر حملہ کیا تو سرحد کے مسلمان پس جائیں گے، سارا بوجھ ان پر پڑ جائے گا۔''

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ تو آپ مان ہی چکے ہیں کہ ''انگریز ابھی یہاں موجود ہے۔ سرِ دست اگر پاکستان بنائے گا تو وہی بنائے گا۔'' سرحدوں کی حفاظت کی بھی صورت ضرور نکالے گا اور اس کے چلے جانے کی صورت میں بیرونی قوت ہندوستان پر چڑھائی کرے گی تو دونوں منطقے مل کر اس کی مدافعت کریں گے اور ہر ایک دوسرے کی آدمی، سامان، اسلحہ اور روپے سے مدد کرے گا، کیونکہ یہ مشترکہ مفاد ہوگا، ایسا نہیں کریں گے تو سب کا نقصان ہوگا۔ اس قسم کے دفاع کے کام تو باہمی معاہدوں سے انجام پائیں گے۔ مولانا حمد سعید نے فرمایا کہ حضرت! معاہدوں کو آج کل کون پوچھتا ہے؟ علامّہ عثمانی نے فرمایا کہ جب بلا معاہدہ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں تو معاہدہ کی صورت میں بہرحال اس سے قوی تر ہونی چاہیے۔